رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳

REGISTERED NO. A. 783

OUDH PUNCH

LUCKNOW 1928 WEEKLY

جلد نمبر ۱۳

जिलद न: १३

ہفتہ وار باتصویر

अवध पंच अख़बार लखनऊ



क़ीमत पेशगी		قیمت پیشگی	
सालाना	५	سالانہ	صہ
छःमाही	३	ششماہی	۳
तिमाही	2	سہ ماہی	۲

مشار المطابع پریس لکھنؤ سے باہتمام حکیم محمد ممتاز حسین شائع ہوا

DOGHARA LUCKNOW

قیمت فی پرچہ ۱ر

منیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد و ضوابط

(۱) اجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لی جاتی ہے۔

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈ ماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت میں ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی۔ یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہیں بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے میں خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازوں کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور دوں سے خدمت خلق کر رہا ہے نمونے کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اسکی تمام خوبیاں ناظرین دریافت نہیں کر سکتے۔ ہر ایک نمبر میں نئے مضامین ہوتے ہیں ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اس میں آپ کے مذاق کے مضامین نہوں اور دوسرے پرچے میں آپ کے حسب خواہش مضامین ہوں۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحانا تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائیں اگر اس پرچے کے مضامین آپ کے منشے مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہوں تو چھ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہیں۔ ورنہ مانجیر شما بسلامت۔ بندہ پرور ایک مشہور رکیا دیکھا ہوا پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہیں ڈال سکتے تو انہیں لازم ہے کہ تجیر سالانہ خریداروں سے قیمت بھجوائیں اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروا لیں۔ دام و درم انہیں تو قدمی کوشش سے فائدہ اٹھائیں۔ مذہب یا ناداری یا شیخی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہیں۔ یہاں سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہیں وہ راستہ ہی میں گاؤ غپ ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب میں پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہیں۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزاروں خریداروں کے دستخط لے پر لیا ہے منہ منیجر خود نہیں پہونچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں ناخوش کرنا مقصود نہیں ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہیں ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اسکا جواب نہ ملا تو دوبارہ تنگ طلبی اور زبردستی نہیں کیجاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاک خانے سے حاصل کی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات و اطلاعات کے تحت میں منیجر اودھ پنچ کا نام نہیں ہے انکے متعلق جملہ خط و کتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شائع نہونگے اور ڈاک واپسی پر بھی ہم مجبور نہیں ہیں۔

(۱۰) مضامین صاف خط میں کاغذ کے ایک ہی رخ پر لکھے جائیں۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص ان میں نہ ہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہیں انھیں خطوط اور منی آرڈر میں نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ انکے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۲ نمبر ۳۲

مضامین غیر

یکم ستمبر ۱۹۲۰ء

ایک اسیسر

آج آپ کا نامہ نگار کسی مقدمہ کے سلسلہ میں دنیا بھر کی عدالتوں کے صدقے ہوتا ہوا سسشن جج صاحب بہادر کے اجلاس پر جا نکلا اب اسکو خوش قسمتی کہیے یا بدنصیبی بہرحال ایک مقدمہ دفعہ ۳۶۶ تعزیرات ہند یعنی نابالغہ کا اغوا اور اسکے ساتھ زنا بالجبر کا پیش تھا ثبوت اور شہادت کی کارروائی ختم ہو چکی تھی صرف وکلا کی بحث پہ معاملہ اٹکا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد بحث شروع ہوئی اور ختم بھی ہو گئی اور آئندہ کسی تاریخ پر فیصلہ بھی سنا دیا جائے گا۔ اس سے غرض نہیں کہ مقدمہ کی حقیقت و حیثیت کیا ہے یہ اللہ میاں جانیں یا ملزمان یا جج سسشن جج صاحب بہادر جناب علیہ الرحمۃ والغفران کو صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ آجکل کے روشن زمانہ میں کیسے کیسے نایاب اسیسروں کا انتخاب ہوتا ہے جن کی صورت سے قانونی عدالت جلیبی کے شیرے کی طرح ٹپکی پڑتی ہے۔ چنانچہ جب بحث کی زحمت ختم ہو گئی تو عدالت نے اسیسروں سے رائے طلب کی اور منجملہ تین عدد اسیسروں کے ایک اسیسر سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

عدالت۔ تم کو مقدمہ کی حقیقت گواہان ثبوت اور وکلاء کے مباحثے سے معلوم ہو گئی ہو گی لہٰذا بتاؤ کہ اس مقدمہ میں ملزم نے جرم دفعہ ۳۶۶ کا ارتکاب کیا یا نہیں۔

اسیسر (خاموش منہ تاک رہا ہے)

عدالت۔ کیوں خاموش ہو اپنی رائے بتاؤ۔

اسیسر (دو تین مرتبہ کی کانس کر کر کھکارنے لگا)

عدالت۔ ارے تم رائے دیتے کیوں نہیں ہو۔ کیوں نہیں رہتے؟

اسیسر۔ ہاں دیت ہوں

عدالت۔ جلدی بتاؤ۔

اسیسر۔ سرکار ہم کا بتائی (پھر چپ ہو گیا) تم آپئے جان لیو۔

عدالت۔ دیکھو اچھی طرح تم سے پوچھا جاتا ہے کہ ملزم پر جرم ثابت ہے یا نہیں اس کے متعلق تمھاری کیا رائے ہے۔

اسیسر۔ حجور یہ سرکار ہیں وکیل کی بک بک سے کیہا تو ہمری سمجھ ماں آئیگا۔

عدالت۔ تو پھر بتاؤ کہ یہ ملزم مجرم ہے یا نہیں؟

اسیسر۔ حجور ای ظلم تو کانون کی کتابن ماں دیکھیں جائے کہ سار ظلم ثابت ہے یا نہیں۔ ہم ہمری جانیں ماں تو کئو پاپ نا ہو کچھ کیل کہ ہے گلستان اب رہی جاہ ہیاہ قرینہ کہ سمجھ نہیں جاتے کہ جون رکوری کیا ہو۔ بھائی وہی جانیں تو جان لیو۔

عدالت۔ عدالت کی رائے تو بعد میں معلوم ہو گی تم اپنی رائے بتاؤ کہ ملزم پر یہ جرم ثابت ہو گیا یا نہیں۔

اسیسر۔ صاحب ہماں تو جرت ہے کہ پنچ سار جرور ایک ہی مثالیکے اپنا تو بیچاری کس برائی ابہکا چھوڑ دانہ جائے۔

عدالت۔ تو تمہارے نزدیک جرم ثابت ہے؟

اسیسر۔ ہاں حجور یہ انسین جان لیں جائے۔

عدالت۔ پھر وہی لغویات۔ تم صاف کیوں نہیں کہتے ملزم مجرم ہے۔

اسیسر۔ حجور بتائے تو دین کہ یہ جرور ظلم ہوئی۔

عدالت (تیز ہو کر) کب تجھے معلوم ہوا کہ ظلم ہو گی۔ صاف بتاؤ ملزم پر جرم ثابت ہے؟

اسیسر۔ اب صاحب ہم کا بتائی۔ بڑا جالی سسر ظلم تو ہے کرنا ہی تب تیہ کو جبر سین کی بات ہے جون ہینہ بتاؤ دانت ز اسٹ کے پوچھا جات ہے۔

عدالت۔ اگر تمہاری سمجھ میں نہ آتا ہو تو خیر چھوڑو۔ تم سے صرف اتنا پوچھا جاتا ہے کہ ملزم تمہارے نزدیک مجرم ہوا یا نہیں۔

اسیسر۔ ہاں سرکار ہم جاوا ایک پیشی جائے۔

عدالت۔ اچھا اب ملزم کے متعلق بتاؤ کہ یہ نابالغ لڑکی کو اغوا کر کے اپنے گھر لیگئی یا نہیں اور لڑکی کو چھپا رکھا یا نہیں۔

اسیسر۔ سرکار اب کا جانی کہ یہ جو جیا کوئی بٹیا ہے اپنے گھر سے لیواے لیگئے ماں یہ چھپائیں تا ہیں اور چھپارت تو پھر رہو کا جی گھسیٹی بلیلے جات؟ البتہ ای آپنے گھر سے جرور لیگئے ہوئی۔

عدالت۔ تو اسپر جرم ثابت ہے۔

اسیسر۔ اب جرور سمجھو۔

عدالت۔ ارے تمہاری کیا رائے ہے؟

اسیسر۔ ارے باپ رے گستاخ بتائی۔ اچھا جو ظلم ہے اور ظلم ثابت ہے۔

عدالت۔ اب یہ بتاؤ اور بتا دو کہ ملزم سے بھی تمہارے نزدیک ملزم ہے؟

اسیسر۔ ارے صاحب اب اور ان سے تو پوچھ! ارے ہم اس سب کے بھید دار ہیں۔

عدالت۔ ہاں ان سے بھی سوال ہوگا پہلے تم اپنی رائے بتاؤ۔

اسیسر۔ اچھا تو صاحب یہ ہنگو ظلم نا ہیں ہے اب کا آپ بالکل کا نہ چھوڑ دیو؟

عدالت۔ اس سے کیا مطلب؟ ملزم چھوٹے گا یا نہیں تم اپنی رائے بتاؤ۔

اسیسر۔ نا ہیں سرکار یہ ظلم نا ہیں ہے۔

عدالت۔ کیوں؟

اسیسر۔ ارے صاحب یہ تیرہ چودہ برس کا بالک بیٹا ونا کا جانے ما سارے چلانک چھیڑیس جرور ہوئی۔

عدالت۔ تو کیا مطلب ملزم ہے؟

اسیسر۔ نا ہیں صاحب چھیڑے اس کا جرم ناہیں بہت ہمری جانس ماں یہ کو ظلم نا ہیں بھا۔

اسکے بعد دوسرے اسیسروں سے سوالات ہونے لگے۔

یہ اسیسر صاحب ایک دیہات کے رہنے والے قوم کے کُرمی ہیں دستخط کی جگہ انگوٹھے کا

نشان لگا لیتے ہیں۔ اس مقدمہ میں دو صد اسیر
اور بھی تھے جن کو اسیر مذکور سے کم درجہ حاصل
تھا بلکہ ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر جہالت کا قبلہ گاہ
تھا۔ بعض مقامات پر اسی قابلیت و استعداد
کے اناڑی مجسٹریٹ بھی ہیں۔ اللہ غریبوں کا
والی ہے۔ دیکھیے کمبخت ملزموں کی آہ کب اثر
کرتی ہے؟

راقم

سرکوب

"اپ ٹو ڈیٹ شاہی"

ایک دن شام کو یہ نامہ نگار
سیر کرنے چلا سوئے بازار
راہ میں تھا حکیم جی کا مطب
جمع جس میں تھے سب صغار و کبار
ذکر یہ ہو رہا تھا آپس میں
ہیں فقیر آج کل کے نابہنجار
رات میں بھی بڑھا کے دو بالشت
کرتے رہتے ہیں جذب کا اظہار
دن کو رہتے ہیں تنگ حجرے میں
بات کرتے نہیں ہیں وہ بیکار
ساعت گشت ہے اگر ہو حق میں
سب انھیں جانتے ہیں شب بیدار
مزہ لینے میں ہے کمال ان کو
چاٹتے رہتے ہیں یہ بد کردار
سن کے یہ میں نے ایک سے پوچھا
کس کی نسبت یہ ہوتے ہیں اذکار
جس کے بوتے وکیل غربت جاں
شاہ صاحب کے تھے جو پیرو کار
کیا بتائیں کہ وہ قصہ کیا ہے
ہم بھی دھوکے میں آگئے ہیں یار
جس کو سمجھے تھے سالک مجذوب
جس پہ تھا آفتاب فقر نثار
شاہ جو گوشہ نشین تکیہ میں
وہ نکلے مکر سے جواہر غدار
پیرو لالچی جواہر غدار
پاس رہتے تھے جن کے ہیں دو چار
چانس لاتے ہیں یہ مسافر کو
پھر وہ لاتے ہیں نذر میں دینار
رہتے ہیں بڑی طمع ان کو
باقی رکھتے نہیں کہیں دلدار
صوفی نواب مولوی صاحب
اور دو ایک رفیق خدمتگار
ہیں یہ ایجنٹ اصل میں ڈاکو
شاہ جی ان سبھوں کے ہیں سردار
کر رہے ہیں یہ فقر کو بدنام
ایسے مکار پر خدا کی مار
واقعہ ہے ابھی یہ کل ہی کا
ایک بیوہ کو دیکھ کر زردار
پھانسنے کو لگایا دام سا
جس سے چھوٹی نہ غمزدہ زنہار
آگئی جب وہ ان کے قابو میں
لے لیا نقد سکہ کلدار
جن کی تعداد لوگ کہتے ہیں
دس ہزار ایک۔ ایک بیس ہزار
اور جو جائداد تھی اس کی
شاہ صاحب نے تاکی آخر کار
دے کے دم اس غریب بیوہ کو
وقف نامہ لکھا لیا اے یار
جب پلٹ کر گئی وہ اپنے گھر
نیند غفلت سے ہو گئی ہشیار
مشورہ اک وکیل سے کر کے
کھٹکھٹانے لگی در سرکار
ہوتی ہے اب مقدمہ بازی
شاہ صاحب کا دیکھ لو یہ شعار
شہر کے لوگ شاہ صاحب سے
اب اسی سے تو ہیں بہت بیزار
بیکو سے۔ کنجڑے قصائی چونہ فروش
معتقد بس یہی ہیں تو ہیں چار

غفلت کی رات

سن کے یہ حال جب چلا اٹھ کر
ناگہاں ایک سے سپہ دار
شاہ صاحب کے مکر و فطرت پر
بات ہی بات پر ہوئی تکرار
ایسا کچھ شور و غل بڑھا آخر
کھل گئی آنکھ ہوگیا بیدار

راقم

سرکوب

مولانا پنچ کا پوسٹ بیگ

رنگون رنگین

ڈیر پنچ۔ ہم سمجھے تھے کہ شام کے دورے کو کب تک رو لیجے۔ ایک جھوڑ دو دو رندہ جانے سمندر پار ہو گئے اب غم کا آتش فشاں پہاڑ آگ اگل کے خاموش ہو جائے گا اور مرغان آتش خوار سیاہ و سیاہ ادا ما تھے پر بل کے ہی گرمی کے آغوش استراحت میں چین سے سو سکیں گے مگر نہیں وہاں ترنم کی صف بچھ گئی۔ بلبل ماتم بہار میں کیا فریاد کرے گی جو ان عشاق گلشن وطن کا حال ہے کسی خوش مذاق کا قول ہے کہ عاشق کا گریبان اور رنڈیوں کے پائجامہ کی سیانی چین سے نہیں رہتے۔ یہاں کے شریف اوباشوں پر یہ مثل بالکل اسی طرح چسپاں ہوتی ہے جیسے پھوڑے پر چینار رحم کا پھاہا۔ گلشن وطن کا زندہ بھی کانگ کا مہینہ تھا لیکن عاشق کی آنکھ ملاح کی لنگوٹی ہوتی ہے جیٹھ کو ساون بھادوں بنا دیتی ہے۔ ہاتھ کی لکیاں تجا کے یاروں کا طلب کیل گئیں تو کیا ہوا۔ زہر لیے ہوئے مکو کا اثر تو باقی ہے۔ شہر سے سی شہر سے بے سیل فاصلے پر پاگل خانہ کی دیوار سر بوہرے۔ آدھی رات کو وہیں ٹانگ اٹھا کے موتتے اور ۔۔ کو گرفتار کرانے لگے۔ ہندوستان ہزار دار تانی تو لڑ سکا ان فنکاری رنڈیوں کی بیسوائی طرح رہیں لیسیرا لیتے لگے

لاحول ولا قوۃ۔ پنچ ہے ایک درجہ بڑھ کر نکلے

بندہ ناصح خصیت کی رو سے کہاں کہاں رخنہ بندی کرے۔ اصل یہ ہے کہ

تربیت نا اہل را چوں گردگاں برگنبد است

ایک صاحب کسی ضلع میں جزدانی کی خدمت انجام دیتے تھے یہ اگلے زمانہ کا ذکر ہے رہائشی اسکا ماری ہے۔ والی کو جب اسکی شکایت پہنچی تو اس نے انہیں شہر سے نکل جانے کا حکم دیا۔ انھوں نے عرفات میں مکان لے کے واسطے خدا کا شغل جاری کر دیا چوری چھپے شہر میں آتے اور گدھوں پر مردوں اور عورتوں کی کھیپ لا کے عرفات لے جاتے۔ رفتہ رفتہ گدھوں کو عادت ہو گئی کوئی سوار ہو کے کہیں جانے لگا اور گدھے صاحب نے عرفات کی راہ لی لاکھ لاکھ ڈنڈے پڑتے ہیں مگر وہ ادھر سے منہ نہیں موڑتے۔ آخر پھر شکایت ہوئی۔ والی کی کچہری میں مقدمہ پیش ہوا۔ میاں نے ثبوت میں گدھے والوں کے گدھے بلوائے اور کہا حضور یہ مردود انکار کرتا ہے مگر آپ ایک کام کیجیے لوگوں کو ان گدھوں پر سوار کروائیے اگر خبر دیکھئے یہ جانور اس مردود کے گھر نہ پہنچ جائیں تو ہم جھوٹے۔ حاکم نے یہی کیا گدھے منہ اٹھا کے گئے سے جو چلے تو عرفات میں دم لیا۔ اب ثبوت کافی تھا جلاد لے ہاتھ میں [illegible] کے چھٹکارا ادھر

یکم ستمبر نہیں ۲۷ ستمبر

چونکہ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب قبلہ اور دیگر علمائے کرام حضرت نصرت نمبر کے لیے مضامین روانہ کر رہے ہیں نیز انکے لئے ان کے ارشاد کے مطابق نصرت نمبر کی اشاعت یکم ستمبر کی بجائے ۲۷ ستمبر کر دی گئی ہے جیسے ہم چاہتے ہیں کہ نصرت نمبر اردو کی زبان کے مطابق کا بہترین [illegible] ثابت ہو [illegible] جو صاحبان اپنی ضروریات پر نظرثانی کریں [illegible] اسکا خیال رہے اشتہارات کے لیے بہت کم صفحات باقی ہیں مشتہرین جو بھیجنا چاہتے ہوں۔ فوراً اطلاع بذریعہ خط ضرور کرا لیں۔

سید عنایت شاہ مہتمم اعلیٰ روزنامہ سیاست لاہور

ڈرتے کی مرنا لڑائی ادھر میاں جزدوسرے کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی چلی۔ پوچھا گیا کس بات پر روتے ہو۔ کہا حاکم صاحب کی عقل پر جو گدھے کی گواہی قبول کرتے ہیں اور انسان کا دعویٰ اصول تسلیم نہیں کرتے۔

اب آپ ہی فرمائیے جب کوئی ڈوڑہ اور دوسرے نکالا ابلیسوں کا کچھ نہ بنا سکا تو بندہ ناصح کا تو کیا حال ہے۔

(۱) پاگل خانہ کے جنگل میں کیا منگل ہوتا ہے

جب ڈاڑھیاں کھچڑیاں پڑتی ہیں [illegible] کے آتی ہیں اور پیر شناس بنتے انکی دم سونگھتے پیچھے پیچھے ساتھ چلتے ہیں۔ مولانا شیخ ماتم العروت کی واشت میں یہی بڑی بات ہے کہ انجناب کی عمر کی مارے انکو شہر بدر کر دیا انھیں خدا راہ راست پر لائے مگر اس وقت انجناب چند قادروں کو خارج البلد کرنا چاہتے ہیں کیا معنی کہ عرب کا نوزائیدہ گدھے عرفات بھیج دیا گیا تھا پس اسکی اولاد کو بھی نگران سے پاگل خانہ تشریف لیجانا چاہیے کہ گدھوں کے نقش قدم کی ہدایت سے جس خرست کا جی چاہے وہیں جائے۔ شہر میں نجاست نہ پھیلائے۔

ایک صاحب ہیں جنگالی ماشاءاللہ آپ بنگالی روشن دماغ ہوتے ہیں مگر یہ حضرت سنتے ہیں حضرت کی کھوپڑی عقل کا جھول نہیں پا لیتی۔ ڈاڑھی منڈا لوگ کو امام (بقل دعقل) لوگن کو بتا گمراہ کے مارے گالی کی خیر دیجیرا آنے نا پی سکیگا؟ انھیں سلامتی سے کوئی پیشہ نہ ملا تو لگے فتوی دینے۔ ایک قدم طوائف کے کوٹھے پر تو دوسرا باغیچے میں۔ لطف یہ کہ رنڈیاں حضرت کو اپنا پیشوائے حقیقی سمجھتی ہیں کوئی مفتی کہتی ہے کوئی قاضی۔ بات معقول ہے مفتی تو اس وجہ سے کہ حرام ان حضرت کے فتوے سے حلال ہو جاتا ہے اور قاضی اسلیے کہ نکاح کے جملہ ارکان انھیں کے ذریعہ سے پورے ہوتے ہیں یہ دوسری بات ہے کہ یہ نکاح مہر اور خطبہ کی فضول اور پرانی قید سے آزاد ہے۔ شیطان رکھے ان کے دم قدم سے

بڑی چہل پہل رہتی ہے جب شریف و قریب کیفیت و نسبت سلیٹ فرما رہا ہے ڈھاکہ سے یوں حاصل ہوتا ہے کہ آپ جتوں خدا کسی فرشتہ کی دعا کے داماد کے ناور کے سائے کے نواسے کے منہ بولی کے سمدھی کے لے پالک کے ہمسائے کی چھچھوندر کے سوتیلے شوہر کے حقیقی پسر خواندہ کے کوکا ہیں [illegible] ایسی خرافات ذاتی ہیجان عیب فطری و ہتنا عیب شرعی نمونا سمجھا ہے۔ ہمنتہ مبارک یہ کہ ڈاڑھی صفاچٹ۔ مونچھیں طول میں بے حیائی کی دم اور عرض میں ہوش دیوانہ کی طرح گم۔ سنتا ہے کہ امت لوط یونیورسٹی کے گریجویٹ بھی ہیں۔

دوسرے صاحب ڈیڈیا کے مردود لقب سے ملقب ہیں۔ آپ کا قالیہ دان آبرو پر سے بچھا کیے ہوئے زرتے بھرا انبار رہتا ہے۔ آپ ایک بین تجارت پیشہ کمپنی کے خدمتگار ہیں۔ جب شریف آغا غیر حاضر ہوتا ہے تو حضرت کو اپنے عیوب کا ڈبا کھولنے میں عار نہیں ہوتا۔ ڈبا کیا ہے جہان کا پٹارا ہے۔ بڑے بڑے کھیل بڑے بڑے تماشے۔

خدا کرے ان دونوں کو ایک والی مکہ مل جائے جو ڈوزہ چھکارے اور گدھوں کی گواہی کو بھی معتبر علاؤں کی گواہی سمجھے۔

راقم

دانا بینا

آل انڈیا اہل الغرض کانفرنس لکھنؤ

منطق آرا تیلیگرام بنام پنڈت گوکل ناتھ پریذیڈنٹ کمیٹی

پنڈت جی۔ پائیں لاگی۔

چونکہ میں بھی بوڑھیا ہے اور تم بھی بڑھے ہونے کو آئے اس لیے میری اور تمہاری رقعہ بازی میں کسی شخص کو نی نکالنے کی کوئی وجہ نہیں اس زمانہ میں مردوں کے ساتھ سے کہتے جنگلوں جنگلوں شہروں شہروں پھرنا جوان عورتوں کے واسطے بھی عیب نہیں تو معمولی سے رقعہ یا خط ہے وہ بھی ایک پردہ نشین بڑھیا کا خط کون نام رکھے گا اور نام رکھے گا بھی تو کیا بنائے گا یہ کوئی عاشق معشوق کا معاملہ تو ہے نہیں کہ لوگ جھنڈے پر چڑھائیں یہ تو ہے ملکی معاملہ اس ملک میں عورتیں بھی رہتی ہیں اور مرد بھی رہتے ہیں۔ تمہاری مہربانی سے عورتوں کو بھی پورٹ دوٹ اور ڈگری دینے کا حق ملنے والا ہے۔ آخر واہن کی گوشتی تو جائے گی خیر یہ تو سبھی جانتے ہیں ہے اب مطلب کی بات سنو کہ میں نے تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی تیار کی ہوئی رپورٹ پڑھی نگوڑے اُردو اخبار والوں نے اس کا ترجمہ بھی لکھا تو اسی ولندیزی زبان میں جیسے میرے فرشتوں نے کبھی نہ سنا ہوگا۔ وہ انگریزی گٹ پٹ لفظوں کی بھرتی کا اللہ تری پناہ۔ اگر میرے نواب مجھے نہ بتاتے تو میں سات جنم (جنم) میں بھی تری ڈومنی سٹ سٹ است تو یہ ڈومینین اسٹیٹس کے معنی نہ سمجھتی۔ تو یہ کیا بڑا لفظ ہے۔ ڈومنی کے نام سے میرے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے خدا غارت کرے ڈومنیوں کو دشمنوں نے سیکڑوں گھر اجاڑ دیے ہیں۔ اللہ رکھے میرے نواب کے پاس بھی ایک ڈومنی ہے میں جنمیں یہ کہہ کے چڑھایا کرتی ہوں۔ ڈومنی کا

بار سدا اخبار جب میں نے ڈومنی کا لفظ تمہاری رپورٹ میں دیکھا تو نہیں سہار کیا اور کہ کہ وہ نہ ہے اب راوی ہی بین لکھا ہے تمہارے تیئے کل کی بازی کا اس ملک میں راج ہونے والا ہے ڈومنیوں کے درجے بڑھیں گے گلی گلی طبلوں پر تھاپ پڑے گی گھر والا راج ہوگا۔ مثل ہے پڑوس میں بھی برسیں گے تو بوچھار ادھر بھی آئے گی۔ تمہارے لیے مشہور ہے

آہنگ ابد از وقت



"بکا کرو۔ میں نہیں سنتا"

ترقی کرتے تو وہ اس کا خیال ضرور رکھیں گے۔ خدا سلامت رکھے اُس وقت ہم غریبوں سے کہتے مرو نا۔ پہلے تو وہ حیرت سے منہ تکنے لگے پھر جھنجھلا کے بولے دیکھو خیر ہے آج تم کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہی ہے وہ کیسی ڈومنی اور کیسا اس کا راج دشمنوں کا راج کیسا ہے میں نے اخبار کو ان کے آگے سامنے پھینک دیا کہ دیکھو یہ کیا لکھی ہے۔ یہ لفظ

دیکھ کے وہ بہت ہنسے۔ وہ ہنسے اور مجھے آیا غصہ کہ ہم تو بات کرتے ہیں چھپی میں اور تم ہنسے ہیں۔ بارے انھوں نے تمہاری رپورٹ کی ساری حقیقت بیان کی کہ یہیں سرکار خود اپنی مرضی سے ایک بیشتر دولت میں مقرر کیا ہیں ہندوستانیوں کو خوب مطلب بیٹھے ہوئے اُن کے بیٹوں نے دستور یا اصطلاح ہم نے اور تمہارے ساتھیوں نے اُنکے منہ میں قصہ دی کی انتظام کا قانون بنایا۔ اسی پر عام رائے لینے کے لیے لکھنؤ آئے۔ قیصر باغ کی بارہ دری میں گھنٹوں لوگ جمع ہوئے کیسی خدا تعالیٰ کی ان میں ہاں ملاتی کسی نے منہ چھپا لیا تو کسی نے نکالا یا۔ خوب خوب تقریریں ہوئیں ان تقریر کرنے والوں میں کئی آدمی ایسے بھی تھے جنکی لگائی ہوئی آج بھی آگ آج تک دہک رہی ہے مگر تمہاری محفل میں آ کے وہ ایسے تو بولائی بن گئے جیسے کچھ جانتے ہی نہیں۔ وہ جو اودھ کے شاہ قہر میں بیٹھ دن کو سوچتی لگا کے مطلب برابر کرتے تھے انگریزی پر مائل ہوئے اور جو رات بھیت کے دیتے تھے اب جو قائی کے شاہ قہر میں سو سے کی روح بیت رکھنے کی مصلحت دیتے تھے بہار لگانے لگے۔

سنو پنڈت جی۔ میں نے ایک دفعہ نہیں کئی بار تمہاری رپورٹ اول سے آخر تک پڑھی ایک بات سے تو دل خوش ہوا کہ غلامی کی حالت میں بھی لکھنؤ سے رہنے کا سبق تم نے بہت اچھا دیا اس سے بہتر سبق اور کوئی استاد نہیں دے سکتا۔ لیکن سچ پوچھو تو تم پھر غلام ہے۔

سنو پنڈت جی تمہاری رپورٹ کا وہ حصہ جسمیں انگریزوں اور حکومت کا طرز بتایا گیا ہے وہ منطق کی رو سے تو درست ہے مگر فرنگی منطق سے قبول کر یہ گی۔ قبول کرنے والی ہوئی تو میاں صاحبوں کی خلقت ... مقرر کی ... ہیں حکومت ...



مداری :- بیبا بیبا پی این - پی بیں - اوترا باپ مرے ہم لہراگاتے ہیں تو بل میں نہیں جاتا - ارارا چوٹ کرے گا :
مسٹر پنچ :- دوست اردون - لہر بین کے سانپ باہر نکلتا ہے مستوں سے چھیڑ ابھی نہیں یہ لہر ابھی کانوں کے لیے ہے گو رے کمیونسٹ ایسے راگ جتوں میں نہیں آتے ؟

پیدا ہو کہ ہنری اسمیڈا اور سر ایرا سمیڈا جی ہم سے یہاں اور انصاف کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں ہو سکتی۔ نواب مقدر چپٹے نے کچھا دیا اور ہم ڈرا بہت عجیب میں آ گئے۔ سچ ہے بچوں کو بھی نہیں کہا دیتے ہیں جب کوئی کسی حکم کی تعمیل سے انکار کرتا ہے سنو کہ پاجامہ پہن لو اور رات کو نہیں تو جو تمہارا دل کہتی ہے اسے کر دیتے ہیں تمہیں پاجامہ پہننا آتا ہی نہیں۔ گول میز کانفرنس بچہ فرمائے پاجامہ پہن لیتا ہے۔ اسی طرح نواب مقدر چپٹے نے بھی لی لی ٹی ٹی کے ہندوستانیوں سے پاجامہ پہنوا لیا یعنی ایک قانون کا ازار بند سختی سے بندھا لیا۔ اور وہ جو بجائی کاٹ دہائی کاٹ کی رہا چھیلی ہوئی تھی اسکو آنچ کم زور کر دیا کہ صاحب ہوا تو دہائی کاٹے۔ مگر ہندوستان کی تمام پارٹیوں نے ان کے ہمارے سامنے اپنا دل کھول کے رکھ دیا۔ عام نا دو شمس مقامی مالکوں کے ہتھکنڈوں سے چھپی ہوئی تھی ورنہ ہم سے کوئی ناراض نہیں۔ خیر ہمیں تو اپنے مطلب سے کام ہے ظاہر کیا ہر ایک بات کی بابت تم ایجیٹیٹ کرتے ہو۔ غرض تمہاری رپورٹ کی صورت میں انجناب نے ملاحظہ فرمائی واضح ہو کہ ملک داری کے دستور سے تم ابھی طرح واقف نہیں۔ برطانوی مفاد حکومت کو تمہاری رپورٹ نے عام سے خاص اور آزاد سے مقید کر دیا ہے لہذا اسپر سرسوت توجہ نہیں کیجا سکتی۔ حالات بتا رہے ہیں کہ تم ابھی راستہ و تنہا اٹھنے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتے۔ ہم بھی اپنا اپنا مطلب اور غرض کی کتاب ہیں خوب جانتے ہیں تم نے بیکار زحمت اٹھائی؟ سنو پنڈت جی ایجیٹیٹ اور انکے ساتھ ہی مطالبات پیش کرنا یہ نہیں ٹھیک ہو سکتا ہے کہ تم اپنی رپورٹ نواب مقدر چپٹے یا انکے بھائی میاں گرو گنٹھال سر سائمن کے پاس ڈاک کے ذریعے سے بھیج کے بیٹھ رہو اور ان کی کمیٹی میں خود شریک نہ ہو۔ وضع بھی نبھے اور مطلب بھی پورا ہو جائے۔ انکے پاس تمہاری تیار کی ہوئی یادداشت پہنچ گئی

وہ ایک ہی چلتے ہوئے لوگ ہیں خوب غور سے دیکھینگے جو کچھ ہیں اور پھر کہ آپ کی ایک حصہ کے بارے میں تو وہ یہی کہیں گے۔ اب رہا دوسرا حصہ جو تم نے اپنے آپس میں میل جول قائم رکھنے کے لیے مرتب کیا ہے۔ میں نے اسے بہت غور سے دیکھا اور اس نکتہ پر پہونچی کہ اس میں کوئی جان نہیں ہے دیکھو پنڈت جی برا نہ ماننا تم ہوں منطق آزادی کہتی ہوں جو منطق کی راہ سے درست ہو گی پیش رکھنا میرے دستور کے خلاف ہے۔ اس حصہ کے بارے میں چند باتیں میں کہنا چاہتی ہوں۔ ایک یہ کہ اگر اسپر عمل کیا گیا تو تم نہیں خود وہ خزانہ انہیں گرویدہ کی غرض نام سے بچ رہتا ہے وہ سب بیاہ میں تمہیں خالی خولی منگنی میں صرف ہو جائے گا۔ اب گننا ہے ٹیکس پر ٹیکس اور اس انتظام کا بوجھ ہے گرانی پہلو پہ جوڑ دو سرکاری پر ہی بوجہ مجبوری کی حالت میں آپ نے از خود گوارا فرمایا ہے۔ وہی مثل ہے دیو بابل میں سماتا نہیں دم میں باندھے چھاج" دوسرے یہ کہ اس حصہ میں غریبوں کی بھلائی کا کوئی جو نہیں ہے جیسے سوکھے ساون ویسے بھادوں۔ جو کچھ حصہ لکھا گیا ہے وہ خود غرض مسٹنڈوں کا ہے وہی مسٹنڈے جنکے نام نمود دھوم دھڑکے کھیل تماشے پر غریب غربا کی پاؤلی کی کمائی ہمیشہ نچھاور ہوتی رہتی ہے۔ ہر ایک ٹیکس کا بوجھ ہر پھر کے انہیں کی پیٹھ پر چڑھ کر سکتا ہے

پنڈت جی میں پہلے ہی کہہ چکی کہ ہندوستان کے خزانے اور آمدنی پر سفید ناگ بیٹھا ہوا ہے وہ ہندوستانیوں کے ناز نخرے صرف نہیں ہو سکتا تمہاری رپورٹ کے اس حصہ میں خرچ بڑھانے کی جتنی سفارشیں ممکن تھیں سب موجود ہیں مگر یہ خرچ کہاں سے آئے گا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ حصہ ہماری گوری سرکار تھوڑی سی ترمیم کے بعد قبول کرے گی اسوقت ایک دوسری آل انڈیا پارٹیز یا آل خود غرض کانفرنس دوسرے ہندوستانی بلائینگے اور کہیں گے کہ رپورٹ کا بہت بڑا حصہ

حکومت نے منظور کر لیا ہے پنڈت جی تو ابھی تک منظر پر آیا نہیں آپ کی گرد سائی ضرور سمجھدہ کیا معنی کہ نواب مقدر چپٹے اب تمہیں منظور ہونے کا طعنہ دیتے ہیں۔ ہماری کامیاب رپورٹ فیل ہوئی جاتی ہے۔ دیکھو نسبان حالات کی حرارت دیکھو جہاں ذرا سی بھی سستی ہوئی ہے وہاں بھی آنچ آنا چاہتا ہے پس سمجھو کہ سیر دہائی آگئے ہیں۔ دس برس بات کہتے گزر جائینگے۔ وہ قوال طبلے اور سارنگی کے سر لینے کا لطف اٹھاؤ اور مفلسی کے الزام سے آبرو بچاؤ۔ یا در ہم تم خود ہی انتظام کی ایک صورت تجویز کی ہے بڑے غیرت کی بات ہے کہ ہم اپنے قول کی پابندی نہ کریں۔ ہائے ہائے وہ گھنٹے کی چال پر گیت گانا ہے

تو سے نیہن دے میں ہاری جیا
ہاری جبا کے میں ہاری جیا
میں ہوں داسی تمہاری جیا

پنڈت جی مجھے تمہاری رپورٹ ہمارا لکھنؤ کی آل خود غرض پارٹیز کانفرنس پر بھی بہت گھمنڈ ہے اسے کیا کروں بڑھاپے نے مجبور کر دیا ورنہ لکھتے

اطلاع تاریخ بغرض تصفیہ مراتب اشتہار نیلام

بعدالت جناب مرزا محمد تقی صاحب بہادر سب جج لیہ آباد ضلع لکھنؤ

مقدمہ نمبر ۱۵۳

مقدمہ اجرائے ڈگری نمبر ۱۵ سنہ ۱۹۳۰ء

رام دلال ولد رام سہائے ساکن موضع محمود نگر پرگنہ و تحصیل ملیح آباد ضلع لکھنؤ ڈگریدار

بنام

منتظر سنگھ وغیرہ ... مدیون ڈگری

نام دھرم سنگھ ولد جوہر سنگھ ساکن موضع کرودھا پرگنہ و تحصیل ملیح آباد ضلع لکھنؤ

منتظر سنگھ ولد جیدیو سنگھ ساکن موضع حسین گنج ... پرگنہ و تحصیل ملیح آباد ضلع لکھنؤ

ہرگاہ کہ مقدمہ مندرجہ بالا میں ڈگریدار نے ... درخواست کی ہے ... [illegible] کہ تاریخ ۲۲ ماہ ستمبر ۱۹۳۰ء واسطے تصفیہ مراتب اشتہار نیلام کے مقرر کی گئی ہے۔

آج بتاریخ ۹ ماہ ستمبر ۱۹۳۰ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

دستخط حاکم بحروف انگریزی

مہر عدالت

[illegible]

آنند ہی رونگ آ جاتا ہے۔ دوسرے میرے یہاں بھی جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ چکی ڈومنی سٹ سٹ کی ملازم ہے۔ اس ڈومنی سٹ سٹ نے جو گنگنی کا ناچ نچایا تو سچ میرا بھی دل خوب جانتا ہے۔ مگر خیر اچھا بات چھڑ گئی تم یاس ہو آئیں وہ کہیں یار ہم سیر آئیں کہہ رے تو پھر جو کچھ میرے دل میں ہے تمہیں سناؤں

(باقی آئندہ)

منقول آرا بیگم

مولانا پنچ کی لوٹ بک

بوالنصیبین اور مسٹر چغتائی

گزشتہ اشاعت میں مشہور حجاب برانداز نقاب شکن مسٹر چغتائی (بی اے) علیگ کا مولانا بوالنصیبین کے نام دیکھ کے ہمیں رام پور کے صاحبزادوں کی نقل یاد آ گئی۔ ذکر آیا کہ کسی نے سلام کیا۔ حضور نے فرمایا "برطرف"۔ والد اجد نے طلب فرمایا۔ صاحبزادے بولے "برطرف"۔ والدہ محترمہ نے دیدار کی تمنا ظاہر کی۔ کہا "برطرف"۔ غرض جو آیا "برطرف"۔ جو پیغام سنا "برطرف"۔ آخر بیگم صاحب نے بلایا اور "برطرف" کا جواب سن کے حرم جاوا کر دیا تو عاجزی کے ساتھ تاویل فرمائی "برطرف نہیں ہر طرف"۔ تمہارے سننے اور غلام کے کہنے میں غلطی ہو گئی۔ بھلا تم اور برطرف؟ چغتائی صاحب نے بھی میدان جنگ حجاب و بے حجابی میں بجز قرآن کے ہر چیز کو برطرفی کا حکم سنا دیا۔ حدیث "برطرف" اسلئے کہ اس میں راویوں کی جرح اور جھوٹ تک بلکہ سفاہت اور سلطانیہ بھی شامل ہے۔ فقہ برطرف اسلئے کہ آج کل کوئی فقیہ اپنی طرف سے نفی حکم و تحریم کرتا ہی نہیں کرتا۔ تاریخ "برطرف" اسلئے کہ کسی کتاب کا اعتبار ہی کیا؟ عقل و مصلحت "برطرف" اسوجہ سے کہ عقل وہی ہے جس کی تال یورپ میں گونجی اور مصلحت وہی ہے جسکی نبض یورپ کی خوش طبع لباس اور بانک عورتیں شوقین رہتی ہیں۔

تفسیر "برطرف" اسلئے کہ اسمیں بھی قصّہ کی حاشیہ آرائی داخل و شامل ہے۔ اب یہ فیصلہ کہ چغتائی صاحب کی کتاب کا ماخذ کیا ہوگا؟ ناظرین خود ہی کرلیں گے۔ بوالنصیبین تو پہلے ہی ماخذ کتاب کا حوالہ دے چکے۔ رہ گیا؟ ایسی بے سروپا افسانے حجاز کرا دی ہیں ہے۔ استثنیات احکام سے ناجائز استناد جہاں مجبوری و ضرورت نے ایک فعل ناجائز کو مباح بنا دیا۔ مگر ایسی حالت میں سوال یہ ہوگا کہ آخر ان افسانہ طرازوں پر حدیث و فقہ سے زیادہ ایمان ہونے کی وجہ کیا ہے؟ دیکھیے اسکا جواب حضرت کیا دیتے ہیں۔ بالفعل بوالنصیبین کو انکی آخری تحریر کا جواب لکھنے دیجیے۔

آل پارٹیز کانفرنس لکھنؤ

چار روز تک شہر میں خوب چہل پہل رہی۔ مہاراجہ صاحب محمود آباد اور آنریبل راجہ محمد نواب علیخاں کی کوٹھیاں مہمانوں کے دم قدم سے آباد رہیں۔ اس جانب بھی چار دن تک نوکری بجانے اور ایک ضروری تھیٹر دیکھنے میں مصروف رہے جہاں بڑے بڑے پرانے گھاگ اپنے اپنے نتائج فکر کی ہانگی دکھانے جمع ہوے تھے۔ مفصل رپورٹ اور اسکا تبصرہ تو اب منقول آرا بیگم صاحبہ فرمائینگی مگر ہم سراسر گھاٹے میں رہے کیا معنی کہ پنچ کی اشاعت میں چار دن کی تعویق ہو گئی۔ یار رہے اور نتیجہ ڈومنی سٹ سٹ رہے تو یہ ڈومینین اسٹیٹس کے تماشے کا جب بڑے بڑے کھیل بڑے بڑے تماشے۔ جب ہم ہی گھاٹے میں رہے تو قوم کیا فائدہ اٹھائیگی؟

ہوس قسمت آزادی و رم کید قسمت
کہیں مراد سے بہت کہ ہم تن ہستند

خدا زیر سایہ دامن دولت برطانیہ اندرونی و بیرونی آزادی و مساوات بین الملل کی نعمت سے ہمیں مستفید فرمائے۔ دیکھو کوئی جاسوس تمہیں سن رہا ہے ہوکے بیٹھے۔ چولھے پیچھے دوب گھر دے کے سر پر سنگ میرے پاؤں میں ہم جب یہ دستور حیرت ہوا تو میری تاریخ کا چاند ابھی بدشگونی دکھا گیا۔ صد حیف بہ شکستن دل (ایں)

سیکھم سیکھ پیزون سیکھ

ذرا جانے یہ خبر کہاں تک صحیح ہے کہ ہماری آقا حکومت کابل نے ہندوستان کی برٹش حکومت کی دیکھا دیکھی کوشش لیے بغیر رعایا رعایا کو ہتھیار بلکہ تیر و تبر تلوار رکھنے کی ممانعت فرما دی ہے۔ آج سے عام رعایا علاوہ ان ہتھیاروں کے جو انسان کے جزو جسم ہیں مثلاً قلم کا گزرو ت کا تیز زبان کی تلوار نگاہ کا تیر ماہ سی کی سوختی آہ کی بادود فریاد کی گولی ضمون کی گیس گالیوں کے تیز تر طعن و تشنیع کے خنجر ڈکار کے بم فراق ذکر کی توپ گولہ کی رینجک اسہال کی ریل کے اور کوئی آتشی یا آہنی ہتھیار استعمال کرنے یا پاس رکھنے کی مجاز نہ ہوگی صرف سکھوں کو کرپان رکھنے کی اجازت جیل جائیگا۔ یورپین ممالک میں بھی لوگ ہر وقت مسلح نہیں رہتے نہ دیگر متمدن مقامات پر ہر وقت مسلح رہنے کی ضرورت ہے مگر وہاں تعلیم عام امن چین سے رہنے کی ہدایت کرتی ہے لحاظ با جبری فلاکت وجہ قریب حکومت ہے۔ افغانستان کو یہ منزلت کہاں نصیب ڈاکو اور لٹیرے قانون کے پابند ہوتے تو لوٹ مار کیوں کرتے۔ ہمیں عام رعایا سے خوف اسی بات کا ہے کہ اگر برابری ہوگی تو اب یہ تھوڑا سا اندیشہ بھی ہے کہ دیگر ہمارے ہمسایہ ایک دوسرے کی حفاظت کیا کرتے تھے لیکن جو قانون کی پابندی کریگا اسی کی مرن ہوگی۔ علاوہ ازیں مردی و مردانگی کے جلین جھول جائینگے۔ ہم تو تو رعایا کو مشورہ دیتے ہیں کہ اب جو خاموش محافظ ہمارے چھینکنے اور بیرونی کے غیر مسلح ہو جانے کے بعد کم از کم اپنی جنس کو مسلح رکھیں ورنہ بڑی عجب ہوگی۔

اسمبلی میں ایک قانون زبان رکھنے سے اسلحہ کا کام لینے کے بارے میں جس سے ہندوستان اور دیگر ممالک کے تعلقات کی بندش کی ممکن ہی ہو جائے پیش ہونے والا ہے۔ لہذا مسلمانوں کے قومت سے آئندہ ہم نیک مشورہ بھی نہ دے سکیں گے اور آخری مشورہ سمجھنا چاہیے۔

اودھ پنچ لکھنؤ ۱۹۲ء		رجسٹرڈ نمبر اے ۳۰۳		جلد ہفتدہم

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا مین گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کیطرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کاغذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھادئے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہوچکے اور جاننے والے جانتے ہین کہ تاحال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہین ہوئی اب اسی کتاب کے

حصہ دوم مین مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانۂ حال تک صدہا اساتذہ فن کی چیزین اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میان تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا اُنکی دھرپد اور ہوریان اس کتاب مین اُنسے نقل کیگئی ہین لطف یہ کہ اگر آپ سُر کیلے سے ادا کرنے پر قادر ہون تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب مین لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہین جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک ستار یا ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہین انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب مین ملیگا۔ فی الحقیقۃ مصنف نے لاکھون روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادون کا سرمایۂ ناز اسمین موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ۔

محصول ڈاک بہر حال ذمہ خریدار۔		المشتہر:- منیجر اودھ پنچ لکھنؤ